علامہ تمنا عمادی کے چند علمی امتیازات وتفردات

فاروق احمد
ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی

ABSTRACT:

Born in 1888, Allama Tumana Amadai was a renowned research scholar, poet and literator. His native family was originally belonged with Tussuwuf tradition, but he abandoned Tussuwuf, its traditions and rituals during his studies. He had good knowledge of Urdu, Arabic and Persian .He wrote many books. His academic life was very controversial having intellectual revolutions which comprises of different stages. He first came to know about Tussuwuf, which is amixture of many traditions, but he rejected his native family traditions and the results he reached after his research, presented and accepted. In the second stage he was against some narrators of hadeeth, this is why he was considered Imam of Munkareen Hadeeth (deniers of Hadeeth). In later stage, he only accepted those Ahadeeth which, according to his research, were according to Quran. The last stage is the acceptance of authority of Hadeeth, and due to unavailability or lack of knowledge of his last works, he is still known as munkar e hadeeth in academic circle. After presenting above matter, this paper presents

some of his unique and distinctive academic research works. His research has some unique Quranic commentary points for e.g. with reference of dialogue about stars and moon by Ibrahim (as), according to him that dialogue was initiated by Aazar, Not Ibrahim (as). His specialty is unique literal research points. One of his book is about the word UMMI. According to him, most of the Islamic history primary reference books distorted the true history. One of his research is about Talaq in Islamic personal law perspective, and in this regard, he presented a series of results in a seaprate book. One of his unique researches is about compilation of Quran in which he differed with many prevailing points of view for e.g. he was against the view that Quran was revealed in seven Qiraa. There is a book about Islamic point of Inheritance, Will and Kalalah, and also in this respect, his research is against the traditional Fiqh. He refused supporting by his research the authencity of book Musnad e Ahmed.

علامہ تمنا عمادی

علامہ تمنا عمادی 1888ء بمطابق 1305ھ میں پھلواری شریف پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے خانوادے کے علماء سے کسب علم کیا۔ ان کا آبائی تعلق جس خاندان سے تھا وہ تصوف سے وابستہ تھا تاہم علامہ تمنا عمادی نے کسب علم کے بعد جوانی ہی میں تصوف اور اس کے تمام مراسم کو ترک کر دیا۔

علامہ تمنا کی بلند ادیب و شاعر بھی تھے۔ انہیں اردو، عربی اور فارسی پر یکساں عبور حاصل تھا۔ وہ ان تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے اور تینوں زبانوں کے صاحب دیوان شاعر تھے۔

کتب

علامہ تمنا عمادی نے متعدد کتابیں لکھیں۔ ان کی مشہور کتابوں میں:

☆ الطلاق مرتان ☆ امام زہری

☆ امام طبری ☆ انتظار مہدی ومسیح

☆ کلالہ ☆ الصید الزہرا

وغیرہا شامل ہیں۔(۱)

علمی زندگی

ان کی علمی زندگی بڑی ممتاز رہی اور اس کے دوران وہ فکری انقلابات سے دوچار ہوئے۔

انہیں علم وادب کی دنیا میں شہرت ومقبولیت بھی ملی اور ان کے افکار وخیالات علمی دنیا کے لیے محل نزاع بھی بنے۔ صاحبان علم کے نزدیک ان کے خیالات وافکار غیر متوازن تنقید اور مبالغہ آمیز تعریف کی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔

علمی وفکری ارتقا کے مختلف مراحل

علامہ تمنا کی علمی وفکری ارتقا کے مختلف مراحل ہیں۔ انہوں نے تصوف کی گود میں آنکھ کھولی اور خانقاہی ماحول میں پرورش پائی۔ پھلواری میں جو نظام تصوف رائج ہے وہ نہ خالص دیوبندی طرز فکر کا ہے اور نہ ہی بریلوی، بلکہ ایک طویل عرصے تک پھلواری کے خانقاہی ماحول میں تشیع کا اصلیت کی شکل میں داخل رہی۔ خود علامہ تمنا کے والد شاہ نذیر الحق فائز نے تعزیہ داری کے جواز میں ایک رسالہ لکھا۔ شاہ نذیر الحق فائز کے حقیقی نانا قاضی سید مخدوم عالم پھلواروی تفضیلی تھے۔ علامہ تمنا کے حقیقی ماموں مولانا حکیم منظور احمد پھلواروی بھی تفضیلی تھے۔ اس نظام وماحول میں پرورش پانے کے باوجود علامہ تمنا کا تصوف اور تشیع کی تردید میں کمربستہ ہونا کسی جرأت رندانہ کے بغیر ممکن نہیں۔ انہوں نے علم وتحقیق کے بعد جسے درست سمجھا اسے اختیار کیا، محض مسلک آبائی کو اپنا دین نہیں سمجھا۔(۲)

انہیں ایسے تمام راوی، جن میں تشیع کی ذرا بو محسوس ہوتی، اس کی تمام روایتوں کی تردید کو وہ ضروری خیال کرتے۔ یوں ان پر انکار حدیث کا ایک خاص اور طویل دور گزرا، ان کی تحریریں منکرین حدیث کے رسائل میں شائع ہوئیں اور انہیں منکرین حدیث کے طبقے کا امام شمار کیا جانے لگا۔ چنانچہ ان کی ایسی تحریریں رسائل وجرائد میں بکثرت شائع ہوئیں جن میں احادیث پر کڑی تنقیدیں ہوتی یا جن میں حدیث کی حجیت کو مشکوک ٹھہرایا جاتا۔

اگلا دور ایسا آیا کہ وہ مطابق قرآن حدیثوں کو ہی درست قرار دینے لگے۔ ہدایت کو صرف قرآن میں محصور ماننے لگے اور ایسی تمام احادیث قابل رد قرار پائیں جن کا ماخذ قرآن نہیں تھا۔ حالانکہ کوئی صحیح حدیث کبھی بھی قرآن کے مخالف نہیں ہوتی تاہم یہ الگ بات ہے کہ انسانی فہم کی کجی اسے قرآن حکیم کے خلاف سمجھ بیٹھے۔ علامہ تمنا پر یہ دور تقریباً ایک دہائی پر محیط رہا۔(۳)

پھر علامہ تمنا کا آخری دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں انہوں نے حدیث کی حجیت کو صاف اور صریح لفظوں میں تسلیم کر لیا۔ گزشتہ دور میں اگر موصوف نے "متلو وغیر" کو روایت مکذوبہ قرار دے کر حدیث کا مذاق اڑایا تھا تو اس دور میں، جو کہ گزشتہ دور کا ناسخ بھی ہے، وحی متلو اور وحی غیر متلو کو قرآنی تقسیم قرار دے کر حدیث کو حجت فی الدین تسلیم کیا۔

فرماتے ہیں:

"وحی غیر متلو کو غیر قرآنی کہہ کر رد کرنا اور اس کے اتباع سے انکار کرنا درحقیقت قرآن مجید کا انکار ہے"(۴)

وہ فرماتے ہیں:

"اللہ کی کتاب اور محمد رسول اللہ والذین معہ یہی تین ذریعے ہیں ہدایت کے۔ یہ تینوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے اور نہ کوئی ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ کر راہ ہدایت پا سکتا ہے"(۵)

انہوں نے غلام احمد پرویز کے لغات القرآن پر تنقید لکھی جس کی چند قسطیں "فاران" کراچی میں شائع بھی ہوئیں تاہم اس تنقید کا مسودہ مکمل کتابی شکل میں شائع نہ ہوسکا۔ اس دور کی عدم شہرت ہی کی وجہ سے شاید آج اہل علم کی اکثریت بھی انہیں منکر حدیث قرار دیتی ہے۔(۶)

قرآن پاک کے تفسیری نکتے

قرآن پاک کے تفسیری نکتے وہ ایسے ایسے بیان کرتے تھے جو شاید اس سے پہلے کسی نے نہیں کہے۔ مثلاً (سورہ انعام رکوع 9) کا ترجمہ ہے "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے، چاند اور سورج کو دیکھ کر کہا کہ یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ایک ایک کرکے ڈوب گئے تو فرمایا میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا" مولانا کے خیال میں یہ ترجمہ غلط ہے۔ ان کے خیال میں واقعہ یہاں سے شروع ہوتا ہے (و اذ قال ابراھیم ....) "جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا" آگے انہیں دونوں کا مکالمہ ہے ستارے کو دیکھ کر ابراہیم نے نہیں بلکہ آزر نے کہا کہ یہ میرا رب ہے اور ڈوبنے کے بعد آزر نے نہیں بلکہ ابراہیم نے فرمایا کہ میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا اس لیے کہ قال کا فاعل آزر ہے جبکہ ابراہیم دوسرے قال کا فاعل ابراہیم ہیں۔(۷)

اسی طرح آگے چاند اور سورج کے بارے میں باپ بیٹے کا مکالمہ ہے ایک قال کی ضمیر کا مرجع آزر دوسرے قال کی ضمیر کا مرجع ابراہیم ہے جب دونوں کے مرجع اوپر موجود ہیں تو ایک ہی کو مرجع بنانے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ اس طرح وہ تمام پیچیدگیاں ختم ہوجاتی ہیں جو غلط ترجمے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور مفسرین کو طرح طرح کی تاویلات پر مجبور کرتی ہیں۔(۸)

اسی طرح سورہ واقعہ میں اصحاب الیمین کے اخروی انعامات کے ذکر (وفرش مرفوعۃ) جس کا ترجمہ تمام مفسرین نے اونچے اونچے فرش یا بچھونے کیا ہے۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ دراصل فراش (جمع فرش) زوج کو کہتے ہیں اور مرفوع کے معنی میں بلند مرتبت باعزت یہ دونوں معنی ہر معتبر عربی لغت میں موجود ہیں۔ میاں بیوی میں ہر ایک دوسرے کا زوج اور فراش ہے۔ فرش مرفوعہ یعنی بلند مرتبہ ازواج کے فوراً بعد " ہم نے ان ازواج کی عمدہ اٹھان اٹھائی اور ان کو باکرہ و ہم عمر بنایا" یہ ھن کا مرجع وہی فرش مرفوعہ ہے اگر فرش کے معنی بچھونے ہوں تو کیا سارے بچھونے باکرہ اور ہم سن ہوں گے۔(۹)

سورہ مرسلات میں ہے (و اذا الرسل اقتت) تمام مترجمین نے اس کا ترجمہ "کہ جب رسولوں کا وقت مقرر کیا گیا" کیا ہے۔ یہاں بھی مفسرین کو یہی مغالطہ ہوا ہے کہ رُسل جمع ہے رسولوں کی۔ حالانکہ یہاں رسول کا لفظ واحد ہے رسول کی جمع نہیں۔ رسل

کے معنی ہیں ایسی چھوٹی بچی جو دو پٹہ اوڑھتی ہو۔ سورہ تکویر میں ہے "جب زندہ در گور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا"۔ سورہ مرسلات میں اسی بچی کا ذکر کیا گیا ہے سورہ تکویر میں صرف مسلیت کا ذکر ہے اور یہاں سورہ مرسلات میں اسی جرم قتل کے فیصلے کا وقت بتلایا گیا ہے۔ یہاں رسل کو واحد مونث مانے بغیر کوئی چارہ نہیں اگر یہ رسول کی جمع ہوتی تو عربی قواعد مسلمہ کے مطابق "واذا الرسل اقتوا" یہ صیغہ مذکر ہونا ضروری تھا۔ تعجب ہے رازی، زمخشری، بیضاوی جیسے ماہرین ادب کی نظر اس طرف نہیں گئی۔(۱۰)

ایسے ایسے بے شمار تفسیری نکات مولانا نے بیان فرمائے ہیں۔ صاحبان علم کے مطابق وہ قرآن کو آخری سند مانتے تھے لیکن کتب تفاسیر کو آخری سند تسلیم نہیں کرتے تھے۔

لغوی تحقیق

مولانا کو لغوی تحقیق میں بھی بڑی دستگاہ حاصل تھی ان کا کہنا ہے کہ تمام کی تمام عربی لغات غیر اسلامی اور عجمی اثرات سے متاثر ہو گئے ہیں اس کی بہت سی مثالوں میں ایک مثال لفظ "اُمّی" کی ہے جس پر ان کا ایک مستقل رسالہ ہے۔(۱۱)

مولانا فرماتے تھے کہ مترجمین قرآن بھی اور اہل لغت بھی امی کے معنی ان پڑھ کرتے ہیں حالانکہ اس کا مطلب ہے ام القریٰ یعنی مکہ شریف سے نسبت رکھنے والے اور انہیں اسی نسبت سے بنی اسماعیل کو کہتے ہیں۔

مطالعہ تاریخ

جہاں تک کتب تاریخ کا تعلق ہے وہ اس بارے میں خاص آزادفکر رکھتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ ان کتابوں نے اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ محمد ابن جریر طبری کے بارے میں انہوں نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ طبری دو ہیں دونوں کی کنیت ابو جعفر، دونوں کے نام محمد، دونوں کے باپوں کا نام جریر، دونوں کا وطن اہل طبرستان، دونوں کا سن وفات ۳۱۰ھ، دونوں کی وفات بغداد میں ہوئی۔ ان میں ایک سنی ہے اور دوسرا شیعی۔ سن ولادت کا ایک دو سال کا فرق ہے، ایک کے دادا کا نام رستم اور دوسرے کے دادا کا نام یزید۔ دونوں صاحب تصنیف ہیں لیکن ایک کی بعض تصنیف دوسرے کی طرف منسوب ہو گئی ہے۔ اس طرح بہت سے راویوں نے ایک کے قول کو دوسرے کی طرف منسوب کر کے تاریخی کتابوں کو مسخ کر دیا ہے۔(۱۲)

طلاق کے حوالے سے تمنا عمادی صاحب کا موقف

کتاب الطلاق مرتان میں علامہ تمنا عمادی صاحب نے سورہ بقرہ آیات ۲۲۸ تا ۲۳۱ کی روشنی میں طلاق کے حوالے سے اپنے غور وفکر کا حاصل بیان کیا ہے۔ انہوں نے نظم قرآن اور عربی زبان کے قواعد وادب کا لحاظ کرتے ہوئے مذکورہ آیات پر تدبر کیا اور جو مفہوم سمجھ میں آیا اس کی بنیاد پر اپنا موقف پیش کیا۔ ان کی رائے میں طلاق کے حوالے سے اسلاف کا اجماعی موقف عجمی منافقین کی گھڑی ہوئی روایات کی روشنی میں ہے اور قرآن میں دی گئی ہدایات کے منافی ہے۔ انہوں نے علماکرام ،فقہا عظام ،مدیران جرائد اور دیگر صاحبان علم سے درخواست کی کہ ان کے موقف کو پڑھیں اور اگر یہ غلط ہے تو دلائل کے ذریعہ اس موقف کی غلطی واضح کر کے ان کی اصلاح کریں۔

ذیل میں ان کا موقف درج کیا جاتا ہے۔

طلاق کی اقسام

طلاق کی دو ہی قسمیں ہیں۔ طلاق امساکی کہ شوہر نے ارادہ طلاق کیا اور عدت) تین حیض یا تین ماہ (کے دوران رجوع کرلیا۔ طلاق امساکی سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ دوسری طلاق تسریحی کہ شوہر ارادہ طلاق ظاہر کرنے کے بعد عدت کے دوران رجوع نہ کرے۔ اب طلاق واقع ہوجائے گی، عقدِ نکاح ٹوٹ جائے گا اور شوہر کے لیے امساک کا حق نہیں رہے گا۔ البتہ آپس کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اسلام میں طلاق بائن اور طلاق مغلظ کی کوئی صورت نہیں۔ بائنہ ومغلظہ وغیرہ جتنی طلاقیں فقہاء نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں ان میں سے کوئی طلاق بھی قرآن سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ سب کی سب قرآنی آیات کے صریحًا خلاف ہیں اور بخلافِ قرآن روایات کی بنیاد پر نکالی گئی ہیں۔ (۱۳)

طلاق دینے کا وقت

احصا کردہ حیض کے بعد آغازِ طہر ہی میں طلاق دینی چاہیے اور امساک یا تسریح کے وقت دو گواہوں کا رکھ لینا ضروری ہے۔ یہ شرائط ہیں اس لیے ان کی پابندی ضروری ہے۔ اگر کوئی حالتِ حیض میں طلاق دے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۱۴)

طلاق کی نوعیت

شوہر اگر اپنی مدخولہ بیوی کو طلاق دے دے، تو اس طلاق کے معنی فسخ نکاح اور ازدواجی رشتے کے پورے انقطاع کے نہ ہوں گے بلکہ قطع رشتہ نکاح کے ارادے کا صرف اظہار اس سے سمجھا جائے گا اور شوہر کو کچھ مہلت دی جائے گی کہ وہ اپنے اس ارادہ فسخ نکاح پر دوبارہ سہ بارہ غور کرلے۔ اسی لیے عورت کو حکم ہوا کہ وہ شوہر سے طلاق پانے کے بعد تین حیضوں تک اپنے بارے میں انتظار کرے کہ شاید شوہر اپنے اس ارادے سے باز آجائے یا اس مدت میں عورت شوہر کو راضی کرنے کی کوشش کرسکے اور ارادہ قطع رشتہ نکاح سے اس کو باز رہنے پر آمادہ کرسکے۔ اگر آخری حیض سے فارغ ہوکر غسل کرنے کے وقت بھی شوہر نے امساک کرلیا یعنی بیوی کو اپنی زوجیت میں روک لیا، زوجیت سے باہر نہ نکلنے دیا تو وہ جس طرح سابق نکاح پر اس کی زوجیت میں تھی اسی طرح رہ جائے گی۔ البتہ عدت کے اندر شوہر امساک نہ کرے اور عدت پوری ہونے سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے عدت ختم ہوجانے کے بعد شوہر اس کو رخصت کردے گا۔ (۱۵)

طلاق کی عدت

طلاق کی عدت (تین حیض یا تین ماہ) صرف مدخولہ کے لیے ہے۔ غیر ممسوسہ یا خلع یافتہ عورت کے لیے کوئی عدت نہیں؟ اگر عورت کو زیادہ اصرار ہو یا عورت ہی مفارقت کی طالب ہو تو طلاق تسریحی یعنی بائن ہوگی اور اسی وقت بغیر عدت گزارے وہ عورت شوہر کے گھر سے رخصت کردی جائے گی۔ شوہر حکموں کے فیصلے اور منصفانہ دستور کے مطابق اس کو رخصت کردے گا اور عورت پر عدت گزارنی واجب نہ ہوگی۔ (۱۶)

طلاقوں کی تعداد

ایک طلاق کے بعد جو دوسری طلاق دینے کی بھی اجازت ہے وہ ایسی ہی طلاق کے لئے ہے جس سے فوراً نکاح نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے کہ دوسری طلاق صرف پہلی طلاق کی تاکید و توثیق کے لیے یا متنبہ کرنے کے لیے ہے۔ اس سے زیادہ دوسری طلاق کا کوئی اثر نہیں۔ پہلی طلاق دے کر شوہر نے بیوی کو اپنے ارادہ فسخ نکاح سے مطلع کر دیا۔ اگر بیوی نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنی سرکشی و نافرمانی پر اسی طرح قائم رہی تو اس کو متنبہ کرنے کے لیے دوسری طلاق شوہر عدت طلاق کے پہلے حیض کے بعد دے گا۔ اگر تیسری طلاق کی بھی اجازت ہوتی تو وہ تاکید و توثیق مزید ہوتی مگر تیسری طلاق تو ممنوع ہو گئی۔ (۱۷)

قرآن مجید میں تین طلاقوں کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ الطلاق مرتٰن فرما کر حد بندی کر دی گئی۔ (۱۸)

اگر شوہر نے امساک کر لیا یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر لیا تو اب کوئی طلاق بھی نہیں ہوئی۔ یہ سمجھنا کہ امساک کے بعد جب کبھی شوہر دوبارہ طلاق دے گا تو وہ دوسری طلاق ہوگی اور پہلی طلاق کا حساب باقی رہے گا بالکل غلط ہے۔ اگر پہلی طلاق کا حساب امساک کے بعد بھی باقی ہی رہے گا تو عدت کا حساب بھی جو پہلی طلاق سے شروع ہوا تھا اس کو بھی امساک کے بعد باقی رہنا چاہیے۔ یہ بھی متشددانہ عقیدہ ہے کہ امساک کے بعد اگرچہ طلاق باقی نہ رہی مگر اس کا شمار مطلق باقی رہے گا۔ (۱۹)

طلاق کا حساب باقی نہیں رہے گا۔ طلاق دی اور امساک کر لیا تو طلاق ختم ہو گئی۔ (۲۰)

حلالہ کی وضاحت

حلالہ کی ضرورت قرآنی تصریحات کے ماتحت صرف خلع بالمال کے لیے ہے۔ (۲۱)

خلع یافتہ عورت اپنے سابق شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے اور وہ اسے طلاق نہ دے۔ نئے شوہر سے تعلق قائم کرنا ضروری نہیں۔ اس سے پہلے سے طے کیا جا سکتا ہے کہ نکاح کے بعد وہ خلع یافتہ خاتون کو طلاق دے دے گا تاکہ وہ سابقہ شوہر سے نکاح کر سکے۔ البقرۃ آیت ۲۳۰ میں فان طلقھا کے معنی یہ ہیں کہ اس بیوی سے مال لے کر طلاق دینے والے یعنی خلع کرنے والے شوہر نے اس مال دے کر طلاق خریدنے والی یعنی خلع کرانے والی بیوی اس خلع کرنے والے شوہر کے مال لینے کے بعد اس کے لیے حلال نہ رہے گی جب تک کہ وہ اس شوہر کے سوا کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ (۲۲)

طلاق کے فیصلہ کی نوعیت

طلاق دینے کا فیصلہ سنجیدہ نوعیت کا ہے۔ وان عزموا الطلاق (البقرۃ آیت ۲۲۷) سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ طلاق کے لیے عزم راسخ ضروری ہے۔ (۲۳)

قرآن نہ ظہار کو طلاق مانتا ہے اور نہ ایلا کو۔ نکاح میثاق غلیظ ہے۔ کیا مذاق میں طلاق کہنے سے یا جذبات میں طلاق دینے سے یہ نکاح ٹوٹ جائے گا؟ ہرگز نہیں!

کتب 'جمع القرآن' اور 'اعجاز القرآن' میں علامہ تمنا عمادی کے افکار

ان کی کتب جمع قرآن اور اعجاز القرآن کے مطابق جنگ یمامہ میں صرف ایک حافظ شہید ہوئے تھے۔ (۲۴)

ابتدائی 100 برسوں میں ایسی کوئی روایت ہی موجود نہیں جس میں اس تاثر کا ذرہ برابر بھی شائبہ ہو کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت قرآن مجتمع شکل میں موجود نہیں تھا۔(۲۵)

اس معاملہ کی تفصیلات کتاب میں درج ہیں۔

یہ کہنا کہ قرآن سات مختلف قراتوں میں اترا تھا اور حضرت صدیق اکبر نے ان ساتوں قراتوں کو جمع کیا تھا غلط ہے۔(۲۶)

مصاحف کا غیر منقوط اور غیر معرب ہونا اختلاف قراات کی دلیل نہیں بن سکتا اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآنی نقاط و اعراب بعد کی ایجاد ہیں۔ اگر نقطے بعد میں ایجاد کیے گئے تو عرب متشابہ الصور حروف میں تمیز کیسے کرتے تھے۔ جب عربی حروف وضع کیے گئے اسی وقت سے نقطے بھی وضع کیے گئے ہیں، کیونکہ ابن عباس کا قول ہے سب سے پہلے نقطے عامر بن جدرہ نے وضع کیے اس قول کو ابن ندیم نے فہرست ص ۷ میں نقل کیا ہے، اسی طرح عثمان جنی نے امالی میں عہد جاہلیت کا ایک شعر بطور استشہاد نقل کیا ہے کہ نقطے پہلے سے ہی ہیں۔ وہ شعر یہ ہے:

رعتنی بسهم نقطت منه جفنتی
و ذنقطت عین نفرف كالعين

اس کام کے کرنے کے نسبت حجاج جیسے فاسق فاجر کی طرف کی جاتی ہے اور ایسے آدمی سے اسلام کے لیے خیر کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے۔؟(ملخصا اعجاز القرآن)(۲۷)

اختلاف قرات کا سبب مصاحف کا نقطوں اور اعراب سے خالی ہونا ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات لوگوں کیلئے مختلف نہیں ہوسکتیں۔(۲۸)

اختلاف قرائت کوفہ میں روافض کے ایجنٹوں نے گھڑ کر مختلف وضعی سلسلہ اسانید کے ساتھ ان کو معروف کیا۔(۲۹)

حدیث سبعہ پہلی صدی کے آخر یا دوسری کے شروع میں گھڑی گئی۔ نیز تیسری صدی ہجری سے قبل قرائت کا وجود نہ تھا صرف چند سازشی مصنفین شاذ و نادر اپنی کتابوں میں نقل کر دیتے تھے۔(۳۰)

امام نافع پر مندرجہ ذیل اعتراضات اٹھائے گئے ہیں:

ان کے استاد عبدالرحمن بن ہرمز موالی (آزاد کردہ غلام) ہیں۔

نیز امام ابوجعفر استاد نافع کے شیخ ابن ابی ربیعہ مجہول الحال ہیں۔

ابن ہرمز کے استاد قرات کے نام نہیں۔

ابن ہرمز سے صرف نافع اکیلے نے نقل کیا۔

امام نافع کے ستر تابعین سے پڑھنے والی روایت میں ابوحمہ مجہول ہے اور ابوقرہ منفرد ہے۔ یہ دونوں قاری نہیں تھے۔ نیز نافع نے ابوقرہ کو اپنی قرات کے متعلق تنہائی میں بتایا ہوگا؟

نافع کوفی ایجنٹ تھے جو مدینہ میں بٹھا دیے گئے۔

نافع نے موالی ہونے کے ساتھ اکابر تابعین سے کسب علم نہیں کیا اور نہ ہی اکابر یا اصاغر صحابہ کی اولاد نے ان سے پڑھا ہے بلکہ صرف اعرج اور ابوجعفر سے عرضاً خبر نقل کیا۔

قرات نافع کی سخت مخدوش ہے۔ نیز کیا یہ قرات نافع پڑھتے تھے؟

قرات نافع مصاحف صحابہ کے موافق نہیں۔

مصر میں قرات نافع نہ چل سکی۔

بعض اکابرین کی طرف قرات نافع کی مدح کی نسبت درست نہیں اور نہ ہی متاخرین کی مدح قابل اعتبار ہے۔

کسی مدنی نے امام نافع سے قرات نہیں حاصل کی انہیں امامت کا عہدہ ان کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد دیا گیا۔

امام نافع کی قرات صرف دو گمنام (قالون اور ورش) نے ہی نقل کی۔ (۳۱)

عبداللہ بن کثیر مکی پر مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

صرف دانی نے عبداللہ بن سائب مخزومی کو مکی کا استاد لکھا ہے۔

مکی نے صرف ابن مجاہد سے قرات حاصل کی۔

مکی نے ابن سائب سے نہیں پڑھا کیونکہ ان کی وفات کے وقت وہ کمسن تھے۔

دانی متاخر ہیں ان سے زیادہ بخاری وغیرہ متقدمین کی رائے زیادہ معتبر ہیں۔

قنبل نے براہ راست مکی سے نہیں پڑھا اور آخری عمر میں مختل الحواس ہو گئے تھے نیز قنبل کا استاد اور اس کا شیخ دونوں نامعلوم اور مجہول ہیں۔

بزی منکر الحدیث ہیں اور حدیث منکر بھی موضوع ہوتی ہے۔ یہ بھی بالواسطہ مکی سے نقل کرتے ہیں ان کے استاد اسماعیل بن عبداللہ مسطنطینی عرف قسط مجہول ہے۔ (۳۲)

ابوعمرو بصری پر مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں

حمید بن قیس جو کہ بصری کے استاد ہیں کا قاری ہونا اور ان کے قرا اساتذہ کا مجہول ہونا۔

بصری کے استاد یحییٰ بن یعمر شراب منصف پیتے تھے۔ بصری کا ان سے پڑھنا ذرا مشکوک ہے۔

ابوعمرو کا سعید بن جبیر سے قرات پڑھنا ممکن ہے نیز سعد بن جبیر قاری بھی نہ تھے۔

عکرمہ البربری جو استاد ابوعمرو ہیں کو یحییٰ بن سعید قطان نے کذاب کہا ہے۔ ابن عمر نے جھوٹا کہا ہے مالک سخت ناپسند سمجھتے تھے۔ یہ قاری بھی نہ تھے۔

روایت بصری کی نسبت مکی کی طرف کیوں نہیں حالانکہ وہ بصری کے براہ راست شاگرد ہیں۔ (۳۳)

عبداللہ بن عامر شامی پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے گئے ہیں

مغیرہ بن ابی شہاب (استاذ شامی) مجہول الحال ہیں، نیز مغیرہ نے کسی صحابی اور شامی نے مغیرہ کے علاوہ کسی اور استاد سے نہیں پڑھا۔

شامی نے ابوالدرداء سے قرآن نہیں پڑھا نیز شامی ۸ ہجری میں پیدا نہیں ہوئے۔ (۳۴)

امام عاصم پر مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں

عاصم اور ان کے شاگرد شعبہ و حفص شیعہ تھے۔

عاصم کا حافظہ کمزور تھا اور یہ ثقہ بھی نہ تھے۔

ابوعبدالرحمن سلمی کے (عاصم کے استاد) کے والد صحابی نہ تھے۔

سلمی کی وفات کے وقت عاصم کی عمر صرف سات سال تھی جو حصول قرات کے لیے موزوں نہیں۔

حفص حدیث میں ضعیف ہیں۔ (۳۵)

امام حمزہ کوفی پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے گئے ہیں

قراءت حمزہ پر بعض محدثین کی جرح اور ناپسندیدگی۔

حمزہ تابعی نہیں لہذا ان کو صحابی کو سامنے رکھ کر حمزہ کا قرات اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔

قراءت حمزہ کی صفائی صرف سفیان ثوری نے دی۔ (۳۶)

امام کسائی پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے گئے ہیں

امام کسائی کے اساتذہ ابن ابی لیلی اور اعمش شیعہ تھے۔

ابوبکر بن عیاش (استاذ کسائی) روایت میں بہت غلطیاں کرتے تھے۔ (۳۷)

مسند احمد

ان کی کتاب 'مسند احمد کی حقیقت' مسند احمد کے انکار پر مبنی ہے۔

مسند احمد جعلی کتاب ہے۔ (۳۸)

یہ ایک سازش کے تحت جمع کی گئی۔ (۳۹)

وراثت

اپنی کتاب وصیت، وراثت اور کلالہ میں لکھتے ہیں کہ:

سورہ بقرہ آیت 180 منسوخ نہیں ہے۔ (۴۰)

کلالہ کے معنی کہ یعنی ہر وہ میت جس کا نہ کوئی بیٹا وارث ہو، نہ باپ، نہ بھائی اور نہ کوئی ان کے مانند، یہ ایک ایسا انوکھا حق

ہے جو کوئی صاحب محل تو نہیں لکھ سکتا۔

انھوں نے اس کتاب میں کلالہ کے متعلق مروجہ تفاسیر کو غلط قرار دیا ہے اور اپنی توجیہات پیش کی ہیں۔ (۴۱)

مثلاً ان کے نزدیک کلالہ کَلَّ کا مصدر ہے یعنی بوجھ یا جبر ہونا۔ ایسی وراثت جس کی رو سے مرنے والے کے اصول (ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ) وارث نہ ہوں۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ مثلاً بھائی بہن وغیرہ وارث ہوں۔ تو ایسی وراثت مرنے والے پر ضرور جبر ہو سکتی ہے یعنی اس کے دل کو یہ اذیت محسوس ہو سکتی ہے کہ اگر میرے اولاد ہوتی تو یہ لوگ جن کو مجھ سے کوئی خاص ورثی تعلق قلبی نہیں ہے میرے وارث نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ صرف میرے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خواہ مخواہ میرے وارث ہو گئے۔ اصول یعنی والدین تو اولاد کے رہتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی وراثت کلالہ نہ ہوگی۔ صرف انہیں کی وراثت کلالہ ہوگی جو اولاد کے ہوتے وارث نہ ہوسکیں۔ اصول یعنی والدین کی وراثت بھی مرنے والے پر جبر نظر ہو سکتی ہے اور مرنے کے وقت یہ خیال آ سکتا ہے کہ اگر اولاد ہوتی تو سارا مال ماں باپ ہی نہ لے لیتے۔ مگر اسی جبر کو یہ کہہ کر دور فرمایا گیا کہ اٰبَـــآؤُکُـــمْ وَاَبْنَـــآؤُکُـــمْ لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا تم نہیں سمجھتے کہ تمہارے لئے تمہارے باپ (ماں) زیادہ نفع بخش ہیں یا اولاد۔ یعنی ان کی وراثت کو کلالہ نہ سمجھو۔ (۴۲)

حوالہ جات

۱۔ کتابی سلسلے الاشفاق کا دوسرا شمارہ خاص علامہ تمنا عمادی مجیبی پھلواروی، تلخیص احمد ملوک، مکتبہ دارالاحسن، کراچی

۲۔ مجلہ الواقعہ کراچی شمارہ نمبر 1، اپریل مئی 2012، ص 28

۳۔ ایضاً

۴۔ عمادی، علامہ تمنا، حق الحواہر وحق الغیر فی قرآنی تقسیم ہے، مجلہ نگاران کراچی، جنوری

۵۔ عمادی، علامہ تمنا، کتاب اللہ، محمد رسول اللہ، والذین معہ، مجلہ نقوش لاہور، رسول نمبر جلد اول، صفحہ 358، دسمبر 1982

۶۔ مجلہ الواقعہ کراچی شمارہ نمبر 1، اپریل مئی 2012، ص 28

۷۔ مجلہ رفیق پٹنہ، شمارہ خاص علمائے بہار نمبر جنوری فروری 1983

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ عمادی، علامہ تمنا، رجعی طلاق

۱۲۔ عمادی، علامہ تمنا، امام زہری و امام طبری تصویر کا دوسرا رخ، الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ کراچی

۱۳۔ عمادی، علامہ تمنا، الطلاق مرتان، دوست ایسوسی ایٹس 1998، ص 48-49

۱۴۔ ایضاً، ص 41

۱۵۔ ایضاً، ص 42

۱۶۔ ایضاً، ص 47

۱۷۔ ایضاً،ص52

۱۸۔ ایضاً،ص32

۱۹۔ ایضاً،ص97

۲۰۔ ایضاً،ص140-141

۲۱۔ ایضاً،ص33

۲۲۔ ایضاً،ص18

۲۳۔ ایضاً،ص64

۲۴۔ عمادی، علامہ تمنا، جمع القرآن، الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ کراچی، 1994،ص16

۲۵۔ ایضاً،ص16

۲۶۔ ایضاً،ص287

۲۷۔ مجلہ رشد کا علم قراءات نمبر، حصہ اول، جامعہ لاہور الاسلامیہ لاہور، 2009،ص456

۲۸۔ ایضاً،ص458

۲۹۔ ایضاً،ص459

۳۰۔ ایضاً،ص460

۳۱۔ ایضاً،ص462-463

۳۲۔ ایضاً،ص468

۳۳۔ ایضاً،ص470

۳۴۔ ایضاً،ص471

۳۵۔ ایضاً،ص472

۳۶۔ ایضاً،ص474

۳۷۔ ایضاً،ص475

۳۸۔ عمادی، علامہ تمنا، مسند احمد کی حقیقت، الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ کراچی،ص9

۳۹۔ ایضاً،ص10

۴۰۔ عمادی، علامہ تمنا، کتاب وصیت، وراثت اور کلالہ، 1996، الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ کراچی،ص3

۴۱۔ ایضاً،ص16

۴۲۔ ایضاً،ص17-18